

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دارالعلوم دیوبند کا آخری چراغ بجھ گیا

نقش آغاز

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

دارالعلوم دیوبند کی محفلِ دو شین کا وہ چراغِ نسیم جو پچھلے دو سال سے حوادث و انقلاباتِ زمانہ کے جھونکوں سے بجھ کر بھی ٹمٹما رہا تھا، بالآخر شوال ۱۴۰۳ھ سے پہلے ہفتہ میں ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا، یعنی حکیم الاسلام، منظرِ انوارِ قاسمیہ، مسندِ شینِ جامعہ دیوبند، ترجمانِ حقائقِ اسلامیہ مولانا حافظ قاری محمد طیب صاحب قاسمی قدس سرہ العزیز نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، اور دیوبندی مکتبِ فکر کے اس میرِ مجلس کے بساطِ پلیٹ، دینے سے محفلیں ابڑ گئی ہیں اور ہر سو وحشت اور ویرانگی کا سا عالم ہے۔ اب اس دور کا بالکل خاتمہ ہو گیا ہے جو شیخ الحدیث مولانا محمد حسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، علامۃ العصر انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کا یادگار تھا۔ ان کی ذات، ان اکابر کی نہ صرف بقیۃ السیف نشانی تھی۔ بلکہ ان کی ذات میں ان تمام اکابر و اساطینِ دیوبند کی نسبتیں جمع تھیں اور وہ زندگی بھر اپنی ذاتی، حسی اور نسبی، گونا گوں خصائص و کمالات کی وجہ سے ان تمام اکابر کے محبوب بن چکے تھے۔ ایک مرحلہ ایسا آیا کہ شاید آپ دارالعلوم دیوبند چھوڑ کر پاکستان سکونت اختیار کر لیتے ادھر اکابر دیوبند باصرار آپ کو دوبارہ دیوبند کیلئے تواسے تقبالیہ تقریب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے دیدہ پرہیز اور گلہ گیر آواز میں ان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

بلاشبہ ان کی ذاتِ محبوبیت میں تماشا گاہِ عالم تھی۔ وہ اس گلشنِ علم و معرفت کے مالی اور شجرہ طوبی کے امین تھے جس کے لئے حجتہ الاسلام ولی اللہ دہلوی حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور شہداءِ بالاکوٹ نے زمین ہموار کی جسکی داغِ بیل حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور فقیہ الاسلام رشید احمد گنگوہی نے ڈالی اور جسکی آبیاری میں شیخ الحدیث محمد حسن، حکیم الامت اشرف علی تھانوی، علامۃ العصر انور شاہ کشمیری اور مجاہدِ اعظم مولانا حسین احمد مدنی جیسے عمائدین امت نے اپنی زندگی بیج دی۔ یہ امانت جب آپ کے ہاتھوں آئی تو پون صدی کے طویل اور صبر آزما شبانہ روزِ جدوجہد، خدادادِ اہلیت و صلاحیتِ اخلاص و دیانت اور والہانہ جہد و عمل کے ساتھ آپ نے اس

نقش آواز

۲۰

مدرسہ علم کو ایک ایسے جامعہ میں تبدیل کر دیا جس کے انوار و تجلیات سے ایک عالم جگمگا اٹھا اور وہ اس امانت سے الگ ہو کر جب دنیا سے رخصت ہوئے تو دیوبند کا وہ سرچشمہ علم علوم نبوت کا ایک بجز کار بن کر علم و دانش کی پوری دنیا سے اپنی برتری اور نفیست کا دوا منوا چکا تھا۔

آپ حضرت بانی دارالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے مولانا محمد احمد مہتمم خاص کے صاحبزادے تھے جنسنت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے خصوصی تلمیذ حضرت شیخ الہند سے بیعت اور حضرت حکیم الامتہ مولانا اشرف علی کے خلیفہ مجاز تھے۔ پورے طبقہ کے محبوب و منظور نظر اور مرکز علمی کی سیادت کے لحاظ سے پوری جماعت کے سید الطائفتہ تھے علمی فیض کے علاوہ بیعت و ارشاد کے میدان میں بھی لاکھوں سترشدین کے روحانی رہبر و رہنما تھے۔ ۱۳۳۶ھ میں درس نظامی سے فراغت پائی اور دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔

۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۵ھ تک دارالعلوم کے نائب مہتمم رہے۔ ۱۳۴۸ھ سے نیکہ وفات سے کچھ عرصہ قبل تک اس مرکز علم و ہدایت کی سیادت آپ کو حاصل رہی۔ نیرنگی زمانہ یا چرخ نیلگوں کی ستم ظریفی کہتے کہ زندگی بھر علم و حکمت کے جس "تاج محل" (دارالعلوم دیوبند) کی آرائش و تزئین میں مصروف رہے۔

جب وہ بناد عظیم جشن صد سالہ کی شکل میں عظمت و ترقی کے اوج کمال کو چھونے لگی تو اس عمارت کا یہ "شاہجہان" جدانی اور مجھوری کے داغ لئے ہوئے اس دنیا سے رنگ و بو سے الگ ہو گیا۔ جو کچھ پیش آیا گو اس کے محرکات ان کے عہد اہتمام کی طرح دیرینہ اور قدیم تھے۔ اور مشیت ایزدی کے سامنے کس کی چلتی ہے مگر پھر بھی بے اختیار جی میں آتا ہے کہ کاش یہ صیرتِ حان دو ایک سال مزید پیش نہ آتی اور دارالعلوم دیوبند کا یہ بریل ان ہی عظمتوں اور رفعتوں کے ساتھ اور انہی قدرتشناسیوں کے ساتھ ہم سے رخصت ہوتا جو زندگی بھر ہم سب نے انہی کیلئے مخصوص کر رکھی تھیں اور جس کے وہ سزاوار تھے۔ کہ سالار کارواں کی شوکت و سطوت پوری جماعت اور قافلہ کی رشان بڑھاتی ہے۔ و لکن ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن۔

حکیم الاسلام نسبی اور روحانی رشتوں کے ساتھ ساتھ علم و حکمت کے لحاظ سے اپنی ذات سے بھی ایک انجمن تھے ان کے علوم و تصانیف اور خطبات، حکمت دلی الہی اور معرفت نانوتوی کے اُبلتے ہوئے سرچشمے ہوتے تھے، اسرار دین کی تشریح اور رموز شریعت کی ترجمانی میں ان کا شمار گنے چنے حکماء اسلام میں ہو سکتا ہے۔ ان کی ہر تقریر حقائق و معارف کا ایک سمندر اور ہر تحریر اسرار و نکات کی ایک دنیا اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ ان کے خطبات سے نہ صرف برصغیر کا گوشہ گوشہ بلکہ عالم اسلام کے علاوہ افریقہ اور یورپ کی دور دراز بستیاں بھی مستفید ہوئیں دین اور مادر علمی دیوبند کی آواز پہنچانے میں زندگی کا اکثر حصہ طویل اسفار کی نذر ہوا۔ اسلام کے اہم اور عصر حاضر کے جدید مسائل پر ایک سو سے زائد تصانیف چھوڑیں، حدیث و تفسیر اور فن حقائق و اسرار کی کتابیں

نقشہ آغاز

۴

کثیر زیر دس بھی رہیں۔ دعوت و بیان کا انداز حکیمانہ، تصنیف و تالیف کی شان فلسفیانہ ہونے کے باوجود شعر و سخن میں بھی اعلیٰ ذوق اور ثقت انداز رکھتے تھے۔ ان کی شہنشاہی، قصائد اور فیصیح و بلیغ نظمیں، اعلیٰ ترین ذوق سخن کی غمازی کرتی ہیں۔

الغرض وہ اپنے جامع الصفات، اکابر و اسلاف کے کمالات و محاسن، نجابت و سعادت، شرافت و وجاہت، فضل و کمال، اخلاق و شرافت، وقار و تمکنت، فکر و اصابت، تواضع و مقامت کا ایک پیکر جمیل اور دیوبند کی اعلیٰ روایات کا ایک مرقع اور ظاہری لطافت و نظافت اور حسن و پاکیزگی کا ایک مجسمہ تھے۔ ان کا ماتم ان سب صفات کا ماتم ہے، پوری قوم اور پوری ملت کا ماتم ہے۔ دنیائے علم و فضل کا ماتم ہے۔ درسگاہوں جامعات اور خانقاہوں کا ماتم ہے۔ اور دارالعلوم حقایقہ کے لئے بھی اس لحاظ سے ایک عظیم ماتم کہ دارالعلوم اور اس کے بانی مازللہ کے ساتھ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے علائق دروابط اور خصوصی عنایات، و توجہات کی داستان تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے۔ ع

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستان میری

الوداع اے فخر دین و ملت، الوداع اے خاتم حصن اسلام، الوداع اے شارح علوم قاسمیہ، الوداع اے امین گمشدہ علوم نبویہ۔ الوداع اے میر کارواں، الوداع۔ تیری تربت پر ہزاروں رحمتیں ہوں۔ اور تو رب کریم کی بے پناہ لطف و کرم سے مالا مال ہو رہے

نذر اشک بے قرار از من پذیر

گریہ بے اختیار از من پذیر

بود اللہ مضجعک و نور من حیثک، و انزلہ غایت شایب رحمتک۔

واللہ یقول الحق و هو یهدی السبیل۔

کبیر الطوی